حضور المسیح

……خُدا کا بیٹا……

(نعوذُ باالله)

از.....نوید ملک

جُملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں
اس کتاب کی فوٹو کاپی کرنا یا کسی بھی حصے کا غلط حوالہ دینا یا زبانی
اور تحریری پیش کرنا اخلاقی جُرم ہے جسے ہمارے ہاں
کچھ بھی نہیں سمجھا جاتا۔

نام کتاب ....حضور المسیح خدا کا بیٹا (نعوذُ باالله)
مصنف .... نوید ملک
اشاعت ....بار سوم اکتوبر ۲۰۰۶
قیمت .... دس روپے
تعداد.......... دو ہزار

"عزیز قاری!

مندرجہ بالا مضمون کو پڑھ کو آپ چونک تو نہیں گئے؟ یہ تو ایسا معروف سوال ہے کہ اہلِ کلیسا سے ہر روز پوچھا جاتا ہے۔ اگر تو آپ مسیحی ہیں جو اس مضمون کو پڑھ رہے ہیں تو اس مضمون کو قبول کرنا آپ کے لئے تو کوئی بات نہیں ہے۔ یہاں تک کہ کسی بھی مسیحی کے لئے خواہ اُس نے تحقیق کی ہو یا نہیں یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہر مسیحی یہ سمجھتا ہے کہ میرے آباؤ اجداد کا یہ ایمان تھا اس لئے میرا بھی یہی ایمان ہے۔ اور ہمارے ہاں اس طرح کے پدرم سُلطان بُود کی کمی نہیں ہے۔ شخصی طور پر بہت ہی کم مسیحی لوگ ایسے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اگر حضور المسیح خدا کا بیٹا ہیں تو کیسے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سوالات کے جوابات نہ ہونے کے سبب سے عہدِ حاضر کے مسیحی غیر مسیحی دوستوں کے لئے گواہ نہیں ہیں اور اُن کے سوالات کے مناسب جوابات دینے سے قاصر ہیں اور میں یہ کہوں گا کہ افسوس ایسے کلیسیائی رہنماؤں پر جو کلیسیا میں یہ سکھاتے بھی نہیں ہیں کہ ہم کس طرح دوسروں کے سامنے خوشخبری پیش کریں اور نہ ہی وہ کسی دوسرے کو دعوت دیتے ہیں جو اس فیلڈ میں پہلے ہی سے ہے کہ وہ آ کر سکھائے کیونکہ اُنہوں نے اس بارے میں سوچا ہی نہیں۔

کلیسیائی اراکین کی بھی یہی حالت ہے کہ رسماً اتوار کے دن چرچ جاتے ہیں اور جو کچھ وہاں سنتے ہیں سمجھ آئے یا نہ آئے چلے آتے ہیں اور پھر اسے عبادت کہہ کر خدا پر احسان کرتے ہیں جبکہ عبادت ایک گھنٹے کی نہیں ہوتی، زندگی کے ہر لمحہ میں عبادت کا حقیقی تصور موجود ہے۔ تاہم میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں تا کہ یہ بیان کر سکوں کہ حضور المسیح خدا کا بیٹا کیسے ہیں اور کیسے نہیں ہیں۔ اور جب کوئی غیر مسیحی یہی سوال اہلِ کلیسا سے کرے تو کیا جواب دیا جائے۔ کیونکہ اگر اس موضوع پر ایمان لانا اور اسے قبول کرنا ہمارے لئے کوئی بات ہی نہیں تو پھر کسی غیر مسیحی کے لئے اس سے بڑی ٹھوکر کھلانے والی بات بھی کوئی اور نہیں ہے۔ اور جسے ہم اپنے مسیحی ایمان کا ایک جزو سمجھتے ہیں وہ اسے کفر اور شرک سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس اہم موضوع کو کس طور پر پیش کیا جائے کہ یہ بات غیر مسیحیوں کی سمجھ میں آ جائے۔ آیئے اب ہم اس اہم موضوع پر بات کرتے ہیں۔

اس اہم سچائی کے قبول کرنے میں غیر مسیحیوں کے لئے جو مسئلہ ہے وہ یہ کہ وہ تو ایمان رکھتے ہیں کہ نہ تو خدا خود کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی خدا سے کوئی پیدا ہوا تو پھر حضور المسیح خدا کا بیٹا کیسے ہو سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ یہ کفر ہے۔

جس بات کو وہ بُنیاد بناتے ہیں اُس کے مطابق میں بھی غیر مسیحیوں کے ساتھ متفق ہوں کہ خدا خود بھی کسی سے پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی خدا سے کوئی جسمانی طور پر پیدا ہوا۔ غیر مسیحی حضور المسیح کے خدا کا بیٹا ہونے اور خدا کے باپ ہونے کے جسمانی رشتہ کے اعتبار سے لیتے ہیں جبکہ اس میں مسیحی ایمان کے مطابق جسمانیت کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ یوں تو ہم بھی غیر مسیحیوں کے ساتھ متفق ہیں کہ خدا بشر نہیں ہے وہ روح ہے اور جسمانی طور پر نہ تو خدا کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی خدا سے کوئی پیدا ہوا۔

اہلِ مسیحیت حضور المسیح کو جسمانی طور پر نہیں بلکہ روحانی طور پر خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور وہ ایسا اپنے آپ سے نہیں کہتے بلکہ انجیلِ مقدس کو بُنیاد بنا کر کہتے ہیں۔ بعض اوقات تو میں اپنے غیر مسیحی دوستوں کو یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ کو کوئی ایسا مسیحی مل جائے جو یہ کہتا ہو کہ نعوذ باللہ خدا زمین پر آیا اور اُس نے آ کر اپنی شادی رچائی اور یوں اُس سے بیٹا پیدا ہوا جو المسیح ہے تو میں یہ کہا کرتا ہوں کہ آپ مجھے بھی ایسے مسیحی شخص سے ملائیں تا کہ میں بھی آپ کے ساتھ مل کر اُسے کفر کا فتویٰ دوں۔ میں یہ بات کرنے کی وجہ سے غیر مسیحیوں کو زیادہ قریب پاتا ہوں کیونکہ وہ حقیقت کو سمجھ رہے ہوتے ہیں۔

لیکن پھر بھی مسیحی ایمان کے مطابق حضور المسیح ابنِ خدا ہیں۔ اب کیوں اور کیسے؟ اس اہم سچائی کو بیان کرنا میں اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم انسان لفظ ''بیٹا'' کو محدود کر دیتے ہیں جبکہ یہی ایک لفظ اپنے آپ میں کئی معنیٰ رکھتا ہے اور ہمیں اس کو معنوی اعتبار سے بھی اور صفاتی اعتبار سے بھی دیکھنا چاہئے۔ زبان دانی میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنیٰ مستعمل ہیں۔ مثلاً انگریزی میں ''گلاس'' پانی پینے والا ہوتا ہے جبکہ ''گلاس'' کھڑکی کا بھی ہوتا ہے، عینک کا بھی ہوتا ہے۔ منہ دیکھنے والا بھی گلاس ہی ہوتا ہے اور ''گلاس'' نا ور بھی

ہوتے ہیں۔ یوں ہم لفظوں کو باندھ نہیں سکتے اور نہ ہی قید کر سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ شعراء حضرات لفظوں سے کھیلتے ہیں اور کئی کئی تشبیہات نکالتے ہیں۔ تاہم مسیحا کا ابنِ خدا ہونا تشبیہً نہیں ہے بلکہ حقیقتاً ہے اور یہ روحانی معنوں کے اعتبار سے ہے۔ جسمانی معنوں کے اعتبار سے نہیں ہے۔

مجھے ذرا تفصیلاً اس بیان کو پیش کرنے کے لئے شروع میں جانا پڑے گا لہٰذا میری برداشت کیجئے۔ خدا کب سے ہے اور کب تک رہے گا؟ مجھے اس سوال کا جواب معلوم نہیں اور نہ ہی آپ کو معلوم ہے اور نہ ہی اس سوال کا جواب ہمیں کتبِ سماویہ میں ملتا ہے۔ وہاں بھی یہی ذکر ہے کہ خدا اوّل و آخر ہے اور ابتداء و انتہا ہے۔ اور میں اکثر یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ ہمیں خدا سے متعلق ایسی باتیں جاننے کی ضرورت بھی نہیں اور یہ ہمارے فائدے کے لئے بھی نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہم یہ جاننے کی کوشش کریں۔ کیونکہ جو کچھ ہمارے جاننے کے لئے ضروری تھا وہ سب خدا نے اپنے کلام میں پہلے ہی ہم پر ظاہر کر دیا ہے۔

ہمارا علم، ہماری سوچ اور ہمارے خیال و معلومات بہت محدود ہیں جبکہ خدا لامحدود ہے اور ہم اپنی محدود عقل سے خدائے لامحدود سے متعلق سب کچھ نہیں جان سکتے۔ اگر ہم خدا سے متعلق یہ سب کچھ جان جائیں تو پھر خدا، خدا نہیں رہے گا۔ وہ اسی لئے کائنات میں منفرد ہے کیونکہ وہ لامحدود خدا ہے اور ہم اُس سے متعلق سب کچھ نہیں جان سکتے۔

خدا جب سے ہے اُس وقت سے اُس کا کلام اُس کے ساتھ ہے۔ جب سے میں پیدا ہوا، تب سے میرا کلام میرے ساتھ ہے۔ اور جب تک میں ہوں میرا کلام میرے ساتھ رہے گا۔ اگر آپ نے مجھے کبھی بولتے ہوئے یعنی کلام کرتے ہوئے سنا ہو تو پھر آپ جہاں بھی ہوں اگر میری ریکارڈڈ آواز سنیں گے تو فوراً پہچان جائیں گے کہ یہ کس کا کلام ہے۔ یہ فلاں بولتا ہے۔ خدا کے اسی کلمے اور کلام کے وسیلہ سے کائنات کے ذرّے ذرّے کو وجود ملا۔ کائنات کی ہر ایک چیز اسی کلمے کے وسیلہ سے پیدا ہوئی۔ اُس نے فرمایا تو ہو گیا۔ اب ضرورت آن پڑی تھی کہ وقتِ مقررہ پر یہ کلام جسم اختیار کرے۔ اِس کی کیا ضرورت تھی؟ مجھے یہاں پر اس کی نہایت ہی مختصر اً تفصیل بیان کرنے کی اجازت دی جائے۔

پروردگار کی ہمیشہ سے یہ آرزو رہی کہ انسان اُس کی قربت و نزدیکی میں رہے۔ انسان ابتدا میں خدا کی قربت میں تھا مگر گناہ کے سبب اُس سے دور ہو گیا۔ یوں نسلِ انسانی اس گناہ کے اندھے پن میں سیاہ و سفید، حرام و حلال، نیکی اور بدی، جائز و ناجائز کی تمیز کھو بیٹھی۔ پھر خداوند کریم نے انسان کے لئے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی معرفت شریعت بخشی تاکہ انسان ان باتوں میں تمیز کر پائے۔ شریعت نے انسان کو گناہ سے بری نہیں کیا بلکہ مجرم ٹھہرایا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ شریعت کے پیمانے سے انسان کو تولتا ہے تو وہ کہہ اُٹھتا ہے کہ کوئی بھی راستباز نہیں ایک بھی نہیں۔ اور اسی بات کو ایک اور مقام پر وہ ایک پیغمبر کی معرفت فرماتا ہے کہ سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں۔ انسان کے لئے کوئی اُمید باقی نہیں تھی۔ انسان موسوی شریعت کے مطابق قربانیاں کرتا تھا مگر ہر سال یہ قربانیاں اُسے یاد دلاتی تھیں کہ تیرا گناہ ابھی تک قائم ہے۔

قربانیوں کے ذریعے معافی کا یہ تصوّر انسان کے ذہن میں کندہ تھا لیکن کوئی حیوان انسان کے گناہوں کا عوضی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ انسان کے گناہوں کا عوضی کوئی انسان ہی ہو سکتا تھا اور انسان بھی وہ جو کامل ہو اور جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ اب اس سوال کا کہ کیوں کوئی انسان ہی دوسرے انسان کا عوضی ہو سکتا تھا کوئی حیوان نہیں۔ جواب یہ ہے کہ حیوان اُن آزمائشوں سے دوچار نہیں ہوتا جن سے انسان ہوتا ہے۔ حیوان وہ گناہ نہیں کرتا جو انسان کرتا ہے۔ حیوان خوشی سے میرے گناہوں کے لئے قُربان نہیں ہوتا بلکہ اُسے باندھ کر زبردستی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے۔ حیوان اشرف المخلوقات نہیں ہے بلکہ انسان ہے۔ اشرف المخلوقات کے لئے کسی اشرف المخلوقات کا ہی کفّارہ ہونا ضرور تھا۔ چنانچہ کوئی اور ایسا انسانِ کامل تھا نہیں جس سبب سے خدا نے اپنی محبت کا اظہار یوں کیا کہ اپنے کلام کو جسم بخشا اور وہی کلام حضرتِ مریمؑ صدیقہ کے بطنِ اطہر سے جنم لیتا ہے اور ہم اُسے کلمۃ اللہ کہتے ہیں۔

کلام کے جسم اختیار کرنے کا مقصد میں نے آپ کی خدمت میں بڑے واضح اور نہایت ہی مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ میں نے پہلے ہی اس بات

کو بڑے جامع الفاظ میں آپ کی خدمت میں عرض کر دیا ہے کہ انسان تو کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ لہٰذا زمین پر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا عوضی نہیں ہو سکتا تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کلام مجسم کیسے ہوا؟ انجیلِ شریف میں آیا ہے کہ خدا نے جبرائیل فرشتہ کے ذریعے حضرتِ مریمؑ تک یہ پیغام پہنچایا کہ تُو روح القدس کی قدرت سے حاملہ ہوگی اور بیٹا جنیگی اور اُس کا نام یہ رکھنا۔ یعنی یہ خدا کی قدرت سے پیدا ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی پیدائش میں مرد کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

چنانچہ اس بات کو یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ جب خدا نے جبرائیل سے کلام کیا تو یہ کلمات خدا کے منہ سے نکلے۔ یاد رکھئے کہ لفظ ''بیٹا'' کے معنی ''نکلا ہوا'' کے ہیں۔ اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ یہ کلمات خدا کے منہ سے نکلے تو اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ خدا کا میری طرح کوئی جسم ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ خدا رُوح ہے تو بھی وہ سننے والا اور دیکھنے والا اور عالمِ کُل ہے۔ لہٰذا جو کلام خدا کے منہ سے نکلا اور حضرتِ مریمؑ تک پہنچا اُسی کلام نے حضرتِ مریمؑ کے بطن میں جسم اختیار کیا۔ حضرتِ مریمؑ کا اس کلام کو قبول کر لینا ہی اُن کے بطن میں بیج ٹھہرا۔ اور پھر مقررہ وقت پر وہ کلامِ مجسم حضرتِ مریمؑ سے پیدا ہوا اور یوں اُس کو کلامِ خدا یا کلمۃ اللہ کہا جانے لگا اور رُوح اللہ بھی کہا جانے لگا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہے۔ بات کو مختصر کرتے ہوئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ مسیحی ایمان کے مطابق یسوع المسیح روحانی طور پر ابنِ خدا ہے اور چونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلا ہوا کلام ہے جس سبب سے اہلِ مسیحیت اُسے ابنِ خدا کہتے ہیں کیونکہ لفظ بیٹا کے معنی نکلا ہوا کے ہیں۔ پھر سے یاد دلاتا چلا جاؤں کہ یسوع المسیح خدا کے صُلبی (جسمانی) بیٹا نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں اگر اُسے ''بیٹا'' نہ بھی کہوں تو اُس کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ ربّ خود اُسے کہتا ہے کہ ''تو میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں'' اور انجیلِ مقدس میں کئی بار خدا خود یسوع مسیح کو ''بیٹا'' کہتا ہے۔ متّی 17:3; مرقس 12:3- اور اگر خدا توفیق بخشے تو انجیلِ مقدس کا مطالعہ اور تحقیق کریں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر خدا خود اُسے بیٹا کہتا ہے تو پھر میں کون ہوتا ہوں جو اس کا انکار کروں۔ اور اگر انکار کروں بھی تو اپنا ہی ایمان خراب کروں گا اور اپنے لئے ہی سزا کماؤں گا خدا کو کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ میں یہاں پر اس بھید اور اہم ترین سچائی کے سمجھانے کے لئے چند مثالیں پیش کرتا ہوں تاکہ آپ اصل حقیقت کو سمجھ سکیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ کوئی بھی مثال کامل نہیں ہوتی بلکہ وہ بات کو سمجھنے میں مدد کرتی ہے۔

فرض کریں کہ آپ میرے گھر تشریف لاتے ہیں اور میری بیٹی کو آپ کہتے ہیں کہ ''بیٹی'' ذرا ادھر آنا۔ ذرا غور فرمایئے کہ وہ میری بیٹی ہے، آپ کی نہیں تو بھی آپ اُسے بیٹی کہہ کر مخاطب ہوتے ہیں۔ سوچئے کہ آپ نے اُسے کس بنیاد پر بیٹی کہا جبکہ وہ آپ کی بیٹی نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ نے محبت میں ایک رشتہ قائم کیا جو روحانی رشتہ ہے اور اُس کی بنیاد پر آپ نے اُسے بیٹی کہا۔ اسی طرح خدا اور مسیح کا جسمانی نہیں بلکہ روحانی تعلق ہے۔

دوسری مثال یہ ہے کہ جب میرے مسلمان دوست فریضہ حج کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو وہ اپنے مال اور وقت کو ایثار کر کے سعودی عرب جاتے ہیں۔ اِس دوران ہم اخبارات میں جو پڑھتے اور ٹیلی ویژن پر جو سنتے ہیں وہ یہ کہ ''اس سال اتنے لاکھ فرزندانِ توحید یا بعض اوقات فرزندانِ اسلام'' بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے فریضۂ حج ادا کیا۔ اور اگر ہم فرزندانِ توحید یا فرزندانِ اسلام کے معنی نکالیں تو کیا نکلیں گے؟ ذرا بتایئے گا؟ تو مطلب یہ ہوا کہ اس سے ہرگز جسمانی معنی نہیں بلکہ روحانی معنی لیئے جاتے ہیں۔

تیسری مثال یہ ہے کہ خواتینِ جنت کے لئے جو الفاظ مستعمل ہیں وہ ''اُم المومنین'' کے ہیں اس سے مراد ''سارے مومن ایمانداروں کی مائیں'' ہے۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ اس کے جسمانی معنی کیا ہیں۔ لہٰذا اس سے جسمانی معنی مراد نہیں لئے جاتے بلکہ روحانی معنی لئے جاتے ہیں۔ یا آپ ﷺ کے ایک صحابی ''حضرت ابوہریرہؓ'' تھے۔ اور ''ابوہریرہؓ'' سے مراد ''بلّیوں کا باپ'' ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ جسمانی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ روحانی معنی ہیں کیونکہ آپؓ نے بہت سی بلّیاں پال رکھی تھیں جس سبب سے آپ کو یہ خطاب ملا۔ مزید بہت سی مثالیں ہیں جو ہماری مدد کرتی ہیں کہ ہم اس حقیقت کو سمجھ سکیں جیسے ابن السبیل ''راہ کا بیٹا''، ابن الوقت ''وقت کا بیٹا'' اور ابوبکر بھی ہے۔ اُم الکتاب ہے، مادرِ ملّت ہے۔ لہٰذا میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ان سب القابات کے

معنی جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہیں اسی طرح حضور المسیح روحانی بیٹا ہیں جسمانی نہیں ہیں۔

میں یہاں ایک بات واضح کرتا چلوں کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ جیسے یہ باقی ہیں اسی طرح مسیح بھی خدا کے فرزند ہیں۔ ایسا نہیں ہے کیونکہ بہت سے حقائق ہیں جو ایک دوسرے سے منفرد بھی ہیں۔ مثلاً خدا نے اگر بیٹا کہا تو صرف مسیح کو کہا جو دنیا میں عصمت و پاکیزگی کے اعتبار سے لاثانی ہے۔ وہ خدا کی قدرت سے پیدا ہوا جو روح اللہ ہے اور کلام اللہ ہے۔ اُس کی پیدائش کا دوسروں کی پیدائش سے کوئی میل ہی نہیں ہے۔ اور یہی واحد ہستی ہے جس کی پیدائش میں مرد کا کوئی کردار نہیں ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ بھی بِن باپ کے پیدا ہوئے تھے تو یوں تو وہ بھی ابنِ خدا ہوئے۔ جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ خاک سے پیدا ہوئے تھے جبکہ مسیح خدا سے (روحانی طور پر) پیدا ہوئے۔ حضرتِ آدمؑ کو خدا نے بیٹا نہیں کہا جبکہ مسیح کو بیٹا کہا۔ حضرتِ آدمؑ کلامِ خدا نہیں ہیں اور نہ ہی روح اللہ ہیں جبکہ مسیح کلمۃ اللہ بھی اور روح اللہ بھی ہیں۔ حضرتِ آدمؑ سے نافرمانی ہوئی جبکہ مسیح سے فرمانبرداری ہی ہوئی۔ حضرتِ آدمؑ کے وسیلہ سے موت آئی جبکہ مسیح کے وسیلہ سے ابدی زندگی آئی۔ حضرتِ آدمؑ کے گناہ کے سبب سے بشر کے لئے درِ جنت ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا تھا جبکہ المسیح کے وسیلہ سے زنگ آلود تالے گنہگار انسان کے لئے ہمیشہ کے لئے کھل گئے۔ حضرتِ آدمؑ موئے اور مرے ہی رہے جبکہ المسیح موئے اور جی بھی اُٹھے۔ امید ہے کہ جن کو حضرتِ آدمؑ اور المسیح میں پہلے کچھ فرق نظر نہیں آتا تھا وہ فرق اب جان جائیں گے۔

اِن سوالات کے جوابات جاننا ہمارے لئے ضروری ہے کیونکہ غیر مسیحی حضرات کا سب سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ آپ یسوع المسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور یہ کفر ہے۔ یاد رکھیے کہ میری کوئی بھی بات حرفِ آخر نہیں ہے۔ اس موضوع پر مزید بہت کُچھ کہا جا سکتا ہے لیکن میں نے مناسب سمجھا کہ قلیل سے وقت میں قاری کے ذہن میں یہ بات اُتر جائے کہ یسوع مسیح کیسے خدا کا بیٹا ہیں۔ لہذا میں نے ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر بھی کُچھ تحریر کروں۔ اُمید کرتا ہوں کہ یہ موضوع بھی آپ کے لئے بہت مفید اور برکت کا سبب ہوگا۔ اگر ابھی بھی یہ بات آپ کے لئے واضح نہیں تو تعصب کی عینک اُتار کر ربّ العالمین سے دُعا کریں کہ ”فہم عطا کر مجھ کو خدایا“۔ میری دُعا ہے کہ خداوندِ کریم اس حقیقت کے سمجھنے میں آپ کی مدد فرمائے۔ آمین۔

دُعا گو و طالبِ دُعا

نوید ملک

اکتوبر ۲۰۰۶